

اختلاف قراءت قرآنیہ اور مستشرقین *

آرتھر جیفری کا خصوصی مطالعہ

محمد اکرم چودھری

آرتھر جیفری ایک آسٹریلوی نژاد امریکی مستشرق ہے۔ اس نے قرآن حکیم کے دیگر مختلف پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس کی مختلف قراءتوں پر بھی کام کیا ہے۔ آرتھر جیفری کے علمی کاموں میں نمایاں ترین کام *Materials for the History of the Text of the Quran* ہے جو ای بے برل (E.J.Brill) نے لائیڈن سے ۱۹۳۷ء میں جاری [شائع] کیا۔ یہ ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد سلیمان البستانی (م: ۳۱۶ھ) کی ”کتاب المصاحف“ کے ساتھ پیش کیا گیا، جس کو آرتھر جیفری نے مدون کیا۔ آرتھر جیفری نے اختلاف قراءت قرآنیہ کے موضوع کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم کے دیگر پہلوؤں مثلاً قرآن میں استعمال ہونے والے غیر عربی الفاظ، تدوین قرآن اور قرآن کے یہودی و عیسائی ماخذ جیسے موضوعات پر خامہ فرسائی کی۔ اس نے چند منتخب قرآنی سورتوں کے تراجم بھی کیے جس میں اس نے ان سورتوں کی ترتیب نو کو متعارف کرایا تاکہ وہ ”بزع خود“ حضرت محمد صلی اللہ علیہ کی فکر میں ارتقاء کو ثابت کر سکے۔

دراصل آرتھر جیفری مستشرقین کے اس طبقہ ثانی سے تعلق رکھتا ہے جنہوں نے نوآبادیاتی دور کے بعد زبان و بیان کے اسرار و رموز اور لسانیاتی مباحث کو اپنا موضوع تحقیق بنایا اور انہیں اپنے پیش رو مستشرقین کی طرح افریقہ اور ایشیاء کے مسلم علاقوں میں نوآبادیاتی آقاؤں کے شیر بننے کا موقع نہ مل سکا۔ قرآن حکیم کو مطالعہ کا میدان بناتے ہوئے جیفری کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مسلمانوں کے نزدیک قرآن

* Orientalism on Variant Reading of the Quran: The Case of Arthur Jaffery", ایسی ایٹن آف مسلم سوشل سائنسٹ کے تحقیقی مجلہ *The American Journal of Islamic Social Science* کے شمارہ بارہ ۱۹۹۵ء میں طبع ہوا تھا۔

حکیم کا حقیقی مقام و مرتبہ کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

”عیسائیت بائبل کے بغیر زندہ رہ سکتی ہے مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام قرآن کے بغیر قطعی طور پر زندہ نہیں رہ سکتا“^۲۔ غالباً اسلامی نظام حیات کے لیے قرآن حکیم کی اسی اہمیت نے جیفری کو اپنی زندگی اس کے مطالعہ و تحقیق میں کھپانے پر آمادہ کیا تا کہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ ”قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف ہے اور اس کے حرف آغاز سے حرف آخر تک قرآن پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر صاف طور پر جھلکتی ہے“^۳۔ جیفری نے منتخب قرآنی سورتوں کا خود ساختہ نئی ترتیب نزولی کے مطابق ترجمہ کیا اور اس نے اپنے فہم کے مطابق تقریباً چھ ہزار ایسے مقامات کی نشان دہی کی جو کہ مصحف عثمانی سے مختلف تھے۔ اس نے قرأت کے یہ سارے اختلاف، لغت، ادب اور قراءت کی کتابوں سے جمع کیے۔ اس کام کے لیے ابن ابو داؤد کی کتاب ”کتاب المصاحف“ اس کا بنیادی ماخذ رہی۔

جیفری نے کئی سالوں تک قرآن حکیم کی متعدد قراءتوں کے بارے میں مواد اکٹھا کیا۔ پھر قرآن حکیم کا تنقیدی نسخہ تیار کرنے کے لیے ۱۹۲۶ء میں پروفیسر برجنسٹر (Bergstrasser) جس نے میونخ میں قرآن محل (Quranic Archive) بنایا ہوا تھا، کے ساتھ اشتراک کیا۔ برجنسٹر ۱۹۳۳ء میں راہی ملک عدم ہوا تو جیفری نے قرآن محل کے نئے ڈائریکٹر اور پروفیسر برجنسٹر کے جانشین ڈاکٹر اوٹو پریٹزل (Oto Pretzl) کے ساتھ اشتراک عمل جاری رکھا۔ بد قسمتی سے پریٹزل دوسری جنگ عظیم (۱۹۳۹ء - ۱۹۴۵ء) کے دوران سبسنوپل (Sebastopol) کے باہر ہلاک ہو گیا۔ اور اتحادی فوجوں کی بمباری سے سارا قرآن محل جل کر خاکستر ہو گیا اور عمارت بھی تباہ و برباد ہو گئی۔ اس طرح قرآن حکیم کے تنقیدی ایڈیشن کو رد و عمل لانے کا عظیم منصوبہ شرمندہ تکمیل نہ ہو سکا۔ اس ناکامی پر جیفری اپنی تکلیف اور ذہنی اذیت ان الفاظ میں بیان کرتا ہے: ”اب یہ امر تقریباً ناممکن ہے کہ ہماری نسل قرآنی متن کا حقیقی تنقیدی نسخہ دیکھ سکے“^۴۔

دراصل جیفری قرآن کے تنقیدی نسخے کو اس طرح مرتب کرنا چاہتا تھا کہ ایک صفحے پر کوئی خط میں متن قرآن ہو اس کے سامنے دوسرے صفحے پر تصحیح و تنقیح شدہ حصہ ہو اور حواشی (footnotes) میں قرآن حکیم کی تمام معلوم مختلف قراءتوں کو بیان کر دیا جائے۔ جیفری اپنی اس خواہش کے مطابق مکمل قرآنی نسخہ

لانے میں تو کامیاب نہ ہو سکا، مگر مصحف عثمانی کے مقابل ۶ دیگر نسخہ جات کو ڈھونڈ نکالنے میں اس نے بڑی تنگ و دو سے کام لیا۔ اور اسلامی علوم کے ورثہ میں سے مختلف قراءتوں کی بنا پر ۱۵ ”بنیادی“ اور ۱۳ ”ثانوی نسخہ جات“ کو پیش کرنے کی کوشش کی۔ اس نے ۱۵ بنیادی نسخہ جات کو حضرات عبداللہ بن مسعود، ابی ان کعب، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عباس، ابو موسیٰ اشعری، انس بن مالک، حفصہ، عمر بن خطاب، زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، ابن عمر، عائشہ، سالم، ام سلمہ، عبید بن عیسر رضوان اللہ جمیعین کی جانب منسوب کیا۔ اور بعض ثانوی نسخہ جات کو بھی چند تابعین کی جانب منسوب کیا۔ جن میں سے کچھ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں ابوالاسود، علقمہ، سعید بن جبیر، طلحہ، عکرمہ، مجاہد، عطاء بن ابی رباح، الاعمش، جعفر صادق، صالح بن کيسان اور الحارث بن صویب رحمہم اللہ۔ ان کے ساتھ ساتھ جعفری نے مختلف قراءتوں پر مشتمل دیگر نسخہ جات کا ذکر بھی کیا ہے۔ مگر ان کے حاملین کے نام کا ذکر نہیں کیا۔

یہاں یہ حقیقت یاد رکھنے کے لائق ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین میں سے جس کے نام سے بھی جعفری نے کوئی نسخہ منسوب کیا ہے ان میں سے کسی کے پاس بھی وہ نسخہ تحریری شکل میں موجود نہ تھا اور نہ ان میں سے کوئی اس نسخے کو قرآن حکیم کے مقابلے میں اپنے پاس رکھنے کا دعویدار تھا۔ مگر جعفری نے مصحف عثمانی میں موجود قراءت سے کسی ایک مقام پر یا چند مقامات پر اختلاف کی بنا پر مندرجہ بالا اصحاب کے ان ”نسخہ جات“ کو متقابل قرآن بنادیا۔ قطع نظر اس کے کہ اختلاف کرنے والوں نے مصحف عثمانی کے نافذ و رائج ہو جانے کے بعد اپنی قراءت نہ پراصرار کرتے ہوئے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔ یہاں اس امر کا تذکرہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ متذکرہ بالا طبقہ اولیٰ میں سے بعض اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنیادی مصاحف کا موجود ہونا ”کتاب المصاحف“ ۷ دیگر ماخذوں ۸ میں نقل کیا گیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس قرآن حکیم کا اپنا نسخہ تھا حتیٰ کہ مصحف عثمانی کے نافذ و رائج ہونے تک یہ صورت حال برقرار رہی۔ لیکن ان نسخہ جات میں سے کوئی نسخہ اب صفحہ ہستی پر موجود نہیں ہے۔ اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے جعفری لکھتا ہے: ”ان نسخہ جات میں سے کوئی مناسب مواد باقی نہیں بچا، جس کو پا کر ہم ان میں سے کسی نسخے کے متن کی صحیح شکل دیکھنے کے قابل بن سکتے“ ۹۔

اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود جعفری نے بعض نسخہ جات کو بنیادی قرار دے کر ان میں سے

بعض کو ثانوی نسخہ جات کاملاً خذِ ظہر ایا اور ثابت کرنے کی کوشش کی کہ کن ثانوی نسخہ جات کے ڈانڈے کس بنیادی نسخہ سے ملتے ہیں اور کون سا نسخہ کس سے ماخوذ ہے۔ ا۔

جغیری اپنی مصحف عثمانی سے قبل کی قراتوں کی جستجو کے سفر میں ابنِ شہبوز (متوفی ۳۲۸ھ) اور ابنِ مقسم (متوفی ۳۶۲ھ) کا بڑا مداح نظر آتا ہے جنہیں مصحف عثمانی کے نفاذ سے قبل کی غیر قانونی قراتی جانے والی قراتوں کو اختیار کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ ا۔

جغیری ابنِ مجاہد (متوفی ۳۲۴ھ) کا بڑا ناقد ہے کیونکہ اس نے قرآن حکیم کی سات قراتیں ترتیب دیں ۱۲ اور جو اس رائے کا حامل تھا کہ جائز اور صحیح صرف یہی قراتیں ہیں اور یہ کہ مصحف عثمانی کی تلاوت کے جائز اور صحیح طریق یہی ہیں۔ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ بعد کے ماہرینِ قرات میں سے بعض نے تلاوت قرآن حکیم کے تین مزید اور بعض نے سات مزید طریقے متعارف کرائے جو کہ ابنِ مجاہد کی سات قراتوں پر اضافہ تھے۔ قراتِ قرآنیہ کے یہ تمام طریق مصحف عثمانی کی املاء کی بنیاد پر استوار کیے گئے۔ اس ضمن میں قرات کی دلچسپی کا مرکز و محور صرف یہ تھا کہ تلاوت قرآن کے وقت رسم الخط اور وقف کے سوالات کو کس طرح حل کیا جاسکتا ہے اور اس ضمن میں الجھنوں کو کس طرح محدود کیا جاسکتا ہے۔

جغیری، مصحف عثمانی کی شاذ کتابت کی منفرد خصوصیات پر بحث کرتے ہوئے انہیں ایسی غلطیاں قرار دیتا ہے جو کہ مصحف عثمانی میں اب تک موجود ہیں۔ وہ الدانی (متوفی ۴۴۴ھ) کو ہدفِ تنقید بناتا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی کتاب ”المقع“ جو کہ کاتبین قرآن کے لیے کتابت کے بارے میں ہدایات پر مبنی ہے، میں الفاظ قرآن کو اسی طرح لکھنے پر زور دیا ہے جس طرح کہ وہ مصحف عثمانی میں پہلے سے لکھے چلے آ رہے تھے۔

اس سوال کی تفصیل میں جائے بغیر کہ مصحف عثمانی کی ترتیب توفیقی (اللہ کی طرف سے) ہے یا نہیں اس امر کا تذکرہ نہایت ضروری ہے کہ مصحف عثمانی کے رسم الخط کی صحت پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے ۱۳۔ اس امر کی نشان دہی بھی ضروری ہے کہ مصحف عثمانی کی شاذ کتاب اکثر جگہوں پر غیر قریشی لہجوں پر مبنی ہے ۱۴۔ کتابت میں اختلاف کی بحث کو ہم یہ کہہ کر ختم کر سکتے ہیں کہ مصحف میں صلوة اور زکوٰۃ میں ”و“ کا اضافہ یا اس جیسے دیگر معمولی رد و بدل پر اس قدر زور نہیں دینا چاہیے اور نہ اس بارے میں غیر معمولی مبالغے

سے کام لینا چاہیے۔ مصحف عثمانی کے رسم الخط کے بارے میں جملہ اعتراضات جو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں، کا اسی قدر جواب کافی ہے کہ مصحف عثمانی کے امتیازات جنہیں جبری اور دیگر مستشرقین الملاء کی غلطیاں گردانتے ہیں مسلمانوں نے گزشتہ صدیوں کے سفر میں محض اس لیے بحال رکھے کہ الملاء کی درستی کے نام پر کہیں تحریف کا دروازہ نہ کھل جائے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ: ”قرآن مجھ پر سات حرفوں میں نازل کیا گیا۔ سات حروف سے مراد سات لہجے یا تلاوت قرآن کے سات مختلف طریق ہیں ۱۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل علیہ السلام نے پہلے مجھے قرآن مجید ایک حرف پر پڑھوایا۔ پھر میں نے بار بار ان سے اصرار کیا اور یہ مطالبہ کرتا گیا کہ قرآن مجید دوسرے حروف پر بھی پڑھنے کی اجازت دی جائے وہ یہ اجازت دیتے گئے یہاں تک کہ سات حروفوں تک پہنچ گئے ۱۶۔

عربی زبان کی تاریخ میں جزیرہ نما عرب کے مختلف قبائل کے متعدد لہجوں میں میل ملاپ اور باہمی اختلاط سے عربی زبان پر پڑنے والے اثرات کا مطالعہ، ایک پیچیدہ مسئلہ رہا ہے۔ مسئلہ کی اس پیچیدگی کے باعث، نیز اس لیے بھی کہ جغری مغرب کا باشندہ تھا اور عربی زبان میں مہارت نہ ہونے کی بنا پر اس کی باریکیوں سے آگاہی کی سہولت سے بہرہ ور نہ تھا وہ مصحف عثمانی کے نفاذ سے قبل مختلف نسخہ جات میں لہجوں کے اختلاف کی وسعت اور ان کے استعمالات کا ادراک نہ کر پایا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس نے دیکھا کہ قرآن حکیم کی متعدد قراءتیں ہیں اور وہ سب کی سب کسی نہ کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہیں تو اس نے مصحف عثمانی کے مقابلے میں دیگر مسودات قرآنی کو سامنے لانے کا فیصلہ کر لیا۔

اختلاف قراءت قرآنیہ میں عربی زبان کے تلفظ اور اس کے مختلف لہجوں کے کردار اور وسعت کو سمجھنے کے لیے ہر لہجے کی تفصیلات میں گئے بغیر صرف اس مسئلہ حقیقت کی طرف اشارہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم مشترکہ عربی زبان اللغة العربیہ المشتركة کہ میں نازل ہوا۔ یہ مشترکہ عربی زبان وہ زبان ہے جو کہ پورے جزیرہ نما عرب میں سمجھی جاتی تھی۔ اور شاعر اور خطیب اس کو موثر ذریعہ ابلاغ کے طور پر استعمال کرتے تھے ۱۷۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ مشترکہ عربی زبان جو کہ قرآنی تعلیمات کے اظہار کا

ذریعہ بنی اس پر قریشی لہجہ کی گہری چھاپ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر یہی سمجھ لیا گیا کہ قرآن حکیم قریشی لہجہ میں نازل ہوا ہے ۱۸۔

یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ جب قرآن حکیم نے عرب کے مختلف لہجوں کا آمیزہ پیش کیا تب وہ ایسی کتاب ہدایت کی صورت میں سامنے آیا جو سب سے زیادہ فصیح، ناقابل تغیر، ایک ضابطہ حیات اور ہر ایک کی کتاب تھی۔ جو بھی اسلام سے وابستہ ہوتا خواہ وہ امی ہوتا یا ایک بدوی یا غیر عرب سب کو اس کی تلاوت کا حکم تھا۔ حدیث سبع احراف اور دیگر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیم دیتے وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے ۱۹ کہ جن لوگوں کو قرآن حکیم کا پیغام پہنچایا جا رہا ہو وہ ان کے لیے قابل فہم بھی ہو۔ اس صورت حال میں یہ بات نہایت فطری محسوس ہوتی ہے کہ جن سات حروف (لہجوں) میں قرآن نازل ہوا، مختلف افراد کو ان میں سے ہر ایک کے مناسب حال قرأت کرنے یا مترادف الفاظ (جو سبعہ احراف کے ذیل میں آتے ہوں اور جن کی قرأت کی اجازت دی گئی تھی) استعمال کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ بطور خاص اسلامی تاریخ کے ابتدائی سالوں میں اس اجازت کی ضرورت اظہر من الشمس ہے۔ اس ضرورت کی وضاحت اس ایک مختصر روایت سے ہو سکتی ہے کہ جس کے مطابق ایک دن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں تھے کہ آپ کے دست مبارک سے چھری گر گئی۔ آپ نے فرمایا: ”ما لینی السکین“ حضرت ابو ہریرہؓ سمجھ نہ سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات دہرائی۔ آخر کار حضرت ابو ہریرہؓ نے پوچھا ”آلمدیہ تریذ“؟ کیا آپ ”مدیہ“ طلب فرما رہے ہیں؟ یاد رہے کہ السکین حجازی لفظ ہے، جبکہ مدیر ازدی۔ حضرت ابو ہریرہؓ ازدی تھے۔ جو ایک حجازی لفظ کو نہ سمجھ سکے۔ مندرجہ بالا مثالوں سے واضح ہوا کہ مصحف عثمانی کے نفاذ سے قبل ہر عرب قرآن حکیم میں استعمال ہونے والے اپنے لہجے کے علاوہ دیگر الفاظ اور ان کے صحیح مفہوم کو سمجھنے کی پوری استعداد نہیں رکھتا تھا۔ خاص طور پر ان حالات میں جبکہ ہر ایک کو اپنے تلفظ اور لہجے کے مطابق قرآن پڑھنے کی اجازت بھی تھی۔

جیفری کا یہ دعویٰ کہ ”ابی بن کعبؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کے مسودہ ہائے قرآنی میں سے مختلف قراتوں کا جو بھاری ذخیرہ ہم تک پہنچا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دراصل وہ حقیقی متن کا اختلاف ہے نہ کہ مختلف

لہجوں اور تلفظ کا معمولی اختلاف ۲۰، ظاہر کرتا ہے کہ اختلافی نسخہ جات میں استعمال ہونے والے الفاظ کے بجائے مصحف عثمانی میں اس مفہوم کے دوسرے مترادف الفاظ کے استعمال کو دیکھ کر وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوا ہے ۲۱۔ مزید برآں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دی گئی اس اجازت کی حقیقت کو بھی نہیں جان سکا جو آپ نے اپنے ان پیروکاروں کو دی تھی جن کی بڑی تعداد ان لوگوں پر مشتمل تھی جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اور بوڑھے اور بدو تھے۔ اور ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنہوں نے اسلام تو قبول کر لیا تھا مگر وہ عربی زبان سے قطعی نا بلد تھے۔ اس واقعہ کو بھی اس ضمن میں بطور شہادت پیش کیا جاسکتا ہے جسے صحیح بخاری کی سببہ احراف کے متعلق مشہور روایت میں بڑے واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہشام بن حکیم اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم سے سورۃ الفرقان سنی۔ دونوں نے اس سورۃ کو اپنے اپنے طریقے سے پڑھا۔ آپ نے دونوں حضرات کی قرأت کو درست قرار دیا۔ کیونکہ دونوں نے دو مختلف طریقوں سے قرأت خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ قرآن سات مختلف حروف (پڑھنے کے طریقے) پر نازل ہوا ہے آپ ان میں سے اسی طریقے کے مطابق پڑھ سکتے ہیں جس کو آپ اپنے لیے آسان محسوس کریں ۲۲۔ تاہم جے۔ ڈی۔ پیرسن انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں شائع ہونے والے اپنے مضمون ”القرآن“ میں لفظ ”احرف“ کو سمجھنے میں دشواری محسوس کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ”حدیث میں اس محاورے کا مطلب غیر معین ہے۔ احرف کی اصطلاح حرف کی جمع ہے“ ۲۳ حالانکہ اسلامی ورثے کی اکثر کتب کے علاوہ ابن مجاہد نے بھی اس امر کی صراحت کر دی ہے کہ اس کا مطلب سات قرأتیں ہے ۲۴ خواہ وہ زبان کے مختلف لہجوں سے تعلق رکھتی ہوں یا ایک لہجے کے کسی لفظ کو متعدد طریقوں سے پڑھنے سے متعلق ہوں ۲۵۔

اس امر کا تذکرہ بھی خالی از دلیچسی نہ ہو گا کہ جعفری نے غیر تصحیح شدہ نسخہ جات سے جن اختلافی قرأتوں کو نقل کیا ہے ان سب کی اسناد غیر مصدقہ ہیں۔ وہ ایسی محکم اور متواتر اسناد کے ساتھ کوئی ایسی قابل ذکر اختلافی قرأت بھی نہ لاسکا، جس کی سند محکم و متواتر ہو جیسی محکم و متواتر اسناد کے ذریعے ہم تک صحف عثمانی پہنچا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ بعض اختلافی قرأتیں جو ہم تک پہنچی ہیں وہ لسانی اعتبار سے بھی ناممکن نظر آتی ہیں۔ اور بعض اختلافی روایات میں ان کی سند ناممکن الوجود اور محال

ہے۔ جو زمانی اعتبار سے درست تسلیم نہیں کی جاسکتیں یا وہ روایت کے معروف اصولوں کے مطابق نہیں ہے۔ ۲۶۔

جفری مزید اعتراف کرتا ہے کہ ابن مسعودؓ اور ابی بن کعبؓ سے منسوب اختلافی قرأتوں کے جانچنے کے بعد پروفیسر برجسٹراس نے بجا طور پر یہ رائے قائم کی: یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ کوئی شخص ان نسخوں کو مصحف عثمانی کے مقابلے میں صحیح تر کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ ۲۷۔ پروفیسر برجسٹراس کی متذکرہ بالا رائے کے علم الرغم جفری غیر مستند نسخہ جات میں مندرجہ اختلافی قرأتوں کو پیش کر کے صرف ایک مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ قرأت قرآن یہ اور ان کی تردید کے ارتقاء کا عمل ثابت کر سکے تاکہ مصحف عثمانی کو سونیفید الہامی کی بجائے ایسی ارتقائی عمل کی ایک انتہائی شکل قرار دیا جاسکے جیسا کہ وہ لکھتا ہے ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ سے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۳ میں ”بمثل ما“ کی بجائے ”بما“ پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ جفری اپنی بات پر اضافہ کرتے ہوئے خیال ظاہر کرتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صحابہ نے ممکن ہے یہ مختلف قرأتیں نیک مقصد کے تحت تجویز کی ہوں۔ ۲۸۔

یہ بیان کرنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ جفری جب بھی اسلام کے کسی پہلو پر بحث کرتا ہے تو وہ عیسائیت کی مثال اور قالب کو ذہن میں رکھتے ہوئے اسلام کے بارے میں بات کرتا ہے مثلاً وہ کبھی بھی اس حقیقت کا اظہار نہیں کرتا کہ اسلام، ابراہیمی ادیان میں سے ایک ہے۔ تاہم وہ بتاتا ہے کہ اسلام بھی عیسائیت کی طرح کا ایک ایسا مذہب ہے جو اپنی مقدس کتاب رکھتا ہے ۲۹۔ جہاں تک عہد نامہ جدید کی تاریخ کا تعلق ہے اس کے بارے میں امریکہ کے مشہور عیسائی تحقیقاتی ادارے چس سیمینار ۳۰ کی جانب سے حال ہی میں شائع کردہ اناجیل خسہ میں عیسائی محققین رقمطراز ہیں:

جملہ اناجیل ابتداء بغیر کسی انتساب کے عیسائی دنیا میں رواج پانگئیں یعنی ان کے لکھنے والوں کے نام معلوم نہ تھے۔ تاہم عیسائی مذہبی قیادت نے عیسائیت کی تاریخ کے ابتدائی یام میں مختلف نسخہ ہائے اناجیل کو معتبر ناموں کے ساتھ منسوب کر دیا۔ اکثر اناجیل کے مصنفین کے نام محض ظن و تخمین سے رکھے گئے۔ اور ممکن ہے کچھ نسخوں کو معتبر ناموں کی جانب حسن نیت کی بنیاد پر منسوب کیا گیا ہو۔ تاکہ ان نسخوں کو عوام الناس میں پذیرائی مل

سکے ۳۱۔

قرآن حکیم کو بائبل کی طرح کی ایک مقدس کتاب قرار دیتے ہوئے جفری یہ باور کراتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے بھی اچھے مقاصد اور نیک نیتی کے ساتھ متن قرآن میں کچھ تبدیلیاں اور اس کی بہتری کے اقدامات تجویز کر دیے ہوں گے۔ بد قسمتی سے جفری اس امر کا اندازہ نہیں کر سکا کہ قرآن حکیم کے متن میں کمی بیشی کرنا اسلامی نقطہ نظر سے اتنا بھاری جرم ہے کہ کوئی اس کے ارتکاب کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اگر بفرض محال کوئی ایک اس کا ارتکاب کر بھی بیٹھتا تو صحابہ کرامؓ کی جلیل القدر جماعت اسے قطعاً برداشت نہ کرتی۔

ہم اس بحث کو درج ذیل نکات کے تحت سمیٹ سکتے ہیں:

(۱) جیسا کہ واضح ہو چکا ہے کہ مختلف عربی لہجوں میں ”ح“ اور ”عین“ کے علاوہ ”الف“ اور ”ق“ کے حروف بھی باہمی طور پر قابل مبادلہ ہیں ۳۲، سورۃ الفاتحہ میں مالک کو ملاک، ملک، ملیک پڑھنا ایک ہی لفظ کے مختلف تلفظ ہیں جو ان سات طریقوں میں شامل ہیں جن کو پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے اور یہ سب کے سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں کہ آپؐ اس لفظ کو دیگر تلفظ اور لہجوں میں بھی ادا کیا کرتے تھے ۳۳۔ اگر ان اختلافی قرأتوں کو اختیار کرنے کی اجازت نہ ہوتی تو صحابہ کرامؓ اس بار بار تلاوت کی جانے والی سورۃ کی قرأت میں ہرگز کوئی اختلاف نہ کرتے۔ سورۃ الفاتحہ میں ”اهدنا“ اور ”لا“ کے قریبی متبادل الفاظ ارشدنا اور غیر بھی لہجے کے اختلاف پر مبنی ہیں۔ اور ان کا شمار ان الفاظ میں ہوتا ہے جن کی تلاوت کرنے کی اجازت تھی۔ ”متبادل مسودات قرآن“ متعارف کرانے کی دھن میں جفری اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتا ہے کہ سورۃ الفاتحہ دن کی پانچ نمازوں میں سے تین میں با واز بلند پڑھی جاتی ہے۔ اگر یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کے خلاف بلکہ ذرہ بھر بھی مختلف ہوتی تو یہ ناممکن تھا کہ اس کی تلاوت جاری رہتی۔ مزید برآں جفری کسی ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی نہیں پیش کر سکا جس نے دعویٰ کیا ہو یا یہ رائے ظاہر کی ہو کہ مصحف عثمانی میں درج سورۃ الفاتحہ کسی بھی حیثیت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کردہ سورۃ الفاتحہ سے ذرہ بھر بھی مختلف ہے۔

(۲) مصحف عثمانی کے بارے میں شکوک و شبہات پھیلانے کی غرض سے اختلاف قرأت کی

روایات کو کمزور تسلیم کرنے کے باوجود، جیفری، مصحف عثمانی پر اجماع کی حقیقت کو تسلیم کرنے میں بھی لیت وعل سے کام لیتا ہوا نظر آتا ہے۔ اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ بعض اختلافی قراتیں حقیقی ہیں اور مصحف عثمانی کی تنفیذ سے قبل ان کی تلاوت جائز تھی۔ کیونکہ وہ ان سات قراتوں میں سے تھیں جن کی اجازت دی گئی تب بھی ”متواتر“ روایات جو کہ ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوئیں ہر ”خبر احاد“ جو ایک شخص سے دوسرے شخص تک آئیں کو ترجیح نہیں دی جاسکتی ۳۴۔

(۳) اختلاف قرات پر بحث کرتے ہوئے جیفری قرآن حکیم کے بذریعہ حفظ (memorization) سینہ بہ سینہ اور نسل در نسل منتقل ہونے جیسے اہم عامل کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے۔ مصحف عثمانی ایسا سرکاری نسخہ تھا جس کو کمیٹی نے تشکیل دینے کے بعد چھپا کر رکھ دیا ہو بلکہ وہ ہر ایک اہل علم کے سامنے تھا۔ سرکاری نسخہ جس کو تاریخ نے ”المصحف الامام“ کے نام سے یاد رکھا ہے کی ایک نقل مدینہ منورہ میں رکھی گئی تھی۔ جبکہ دیگر متعدد نقول اس دور کی اسلامی ریاست کے دیگر شہروں کو بھیجی گئیں تھیں۔ ہزاروں ایسے صحابہ کرام مدینہ منورہ میں موجود تھے جن کو پورا قرآن پاک نہیں تو اس کا بہت بڑا حصہ حفظ تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن حکیم کی تلاوت کے طریقوں کا براہ راست علم تھا۔ یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ کاتبین وحی سمیت ان تمام صحابہ کرام نے جن کے پاس قرآن حکیم کا کامل یا بعض حصہ تحریری شکل میں موجود تھا، اپنے حفظ قرآن کی بنا پر مصحف عثمانی کی قرات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات قرار دیتے ہوئے اس کی تائید و توثیق فرمائی۔

(۴) ”مقابل مسودات قرآن“ کے متعارف کرانے کی پر جوش سرگرمی میں جیفری اس حقیقت کو بھی نظر انداز کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے، کہ اگرچہ تذبذب کے بعد ہی سہی مگر عبداللہ بن مسعود نے اپنی قرات کو مصحف عثمانی کے حق میں واپس لے لیا ۳۵۔ اور پھر کبھی بھی اس پر اصرار نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جیفری حضرت عبداللہ بن مسعود کے کسی ایسے بیان کو سامنے لانے میں بھی کامیاب نہیں ہو سکا، جس میں انہوں نے مصحف عثمانی کی کسی ایک بھی قرات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات کے خلاف قرار دیا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے بعد حضرت ابی بن کعب دوسرے صحابی رسول ہیں جن سے اختلافی قرات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ منسوب کیا گیا ہے۔ اگرچہ جیفری اعتراف کرتا ہے کہ تمام ثانوی مسودات حضرت

ابن مسعودؓ سے منسوب نسخے سے اخذ کیے گئے ہیں اور حضرت ابی بن کعب کے مسودہ قرآن سے کوئی بھی نسخہ اخذ نہیں کیا گیا۔ اس اعتراف کے باوجود وہ حضرت ابی بن کعب سے منسوب مختلف قرأتوں کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔ اور اس حقیقت کو پس پشت ڈال دیتا ہے کہ حضرت ابی بن کعب اس کمیٹی کے ممبر تھے جس نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حکم پر قرآن حکیم کو جمع کرنے کی عظیم الشان خدمت سرانجام دی تھی۔ ایک اور صحابی رسول حضرت علیؓ ہیں جن سے مصحف عثمانی کی تصفیذ سے قبل ایک نسخہ منسوب ہے۔ ان سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے مصحف کو نافذ کرنے کے جرات مندانہ فیصلے پر اپنے کامل اطمینان و تشکر کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اگر عثمان کی بجائے بار خلافت میرے کندھوں پر ہوتا تو یقیناً میں بھی قرآن حکیم کی جمع و تدوین میں وہی کام کرتا جو عثمانؓ نے کیا ہے“ ۳۶۔

(۵) جیفری اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود کہ قرآن حکیم میں اختلاف قرأت کی بحث زمانہ ما بعد کے البیات، لسانیات اور صرف و نحو کے ماہرین نے ایجاد کی اور اپنے نام اور کام کو اعتماد بخشنے کے لیے اسے دور اولیٰ کی مقتدر علمی شخصیات کی طرف منسوب کر دیا ۳۷، پھر بھی آخر دم تک قرآن حکیم کی ”حقیقی قرأت“ کی بحالی کی کوششوں میں مگن رہا ۳۸۔ دوسری طرف حال ہی میں دو دوسرے مستشرق جان برٹن (John Burton) اور جان وائلس برو (John Wansbrough) کا یہ نتیجہ بھی چشم کشا ہے کہ صحابہ کرامؓ سے منسوب ”مقابل مسودات قرآن“ ہوں یا بڑے شہروں میں پائے جانے والے دیگر نسخہ جات یا پھر انفرادی طور پر بعض حضرات سے منسوب مختلف قرأتیں سب کی سب بعد کے ماہرین علم الاصول اور ماہرین علم اللسان کی ایجاد ہیں ۳۹۔ جیفری اس اہم حقیقت کی طرف سے بھی آنکھیں بند کر لیتا ہے کہ اختلاف قرأت قرآن کے ابتدائی ماخذ ابن ابی داؤد (م ۳۱۶ھ) ابن الانباری (م ۳۲۸ھ) اور ابن الاضطہ (م ۳۶۰ھ) ہیں۔ ان تمام بزرگوں نے اختلافی قرأتیں چوتھی صدی ہجری میں نقل کیں۔ ان روایات کے رواۃ متصل ہیں اور نہ ان کی سند قابل اعتماد ہے۔

(۶) آرتھری جیفری اپنے پیش رو مستشرق بیل (Bell) کی طرح اسلام اور اس کی مقدس کتاب قرآن حکیم سے اپنی نفرت پر پردہ ڈالنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ وہ قرآن حکیم کی جمع و تدوین پر بحث کرتے ہوئے ۴۰ بیل (Bell) کی پیروی میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی جمع و تدوین کی کاوشوں کو ان کی

خالص نجی سعی و کاوش قرار دیتا ہے ۴۱۔ یہ بات نہایت تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے کہ وہ ”مقدمتان“ اور ”کتاب المصاحف“ میں درج اختلاف قرأت پر مبنی روایات کو من و عن صحیح تسلیم کر لیتا ہے مگر انہی کتب میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی جمع و تدوین قرآن کی خدمت کے بارے میں روایات کو بغیر کوئی معقول وجہ بتائے رد کر دیتا ہے۔ حالانکہ حدیث اور تاریخ کے ماخذوں میں ان روایات کی سند نہایت قوی اور ان کا پایہ استناد بہت مضبوط ہے ۴۲۔ یہ اسلامی تاریخ کی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا جمع و تدوین کیا ہوا نسخہ ہی مصحف عثمانی کی اساس و بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۷) مصحف عثمانی کے بارے میں جیفری یہ سمجھنے میں بھی ناکام رہا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے کن اہم مقاصد کے پیش نظر اس بھاری کام کا بیڑا اٹھایا۔ وہ قرآن حکیم میں اختلاف لہجات کی اشاعت کے اثرات کا فہم و ادراک بھی نہ کر سکا جن کے بارے میں شکایات کے سبب حضرت عثمانؓ کو اس مسئلے کے حل کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ دیگر شارحین کی طرح ابو محمدؒ کی القیسیؒ نے بھی اس بات کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کو جب قرآن حکیم کے متعدد طریق سے پڑھنے کے بارے میں شکایات موصول ہوئیں تو انہوں نے جس طریق پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت فرماتے تھے اس کو باقی رکھ کر اس کے علاوہ تمام طریق کے مطابق تلاوت قرآن حکیم پر پابندی عائد کر دی۔ باوجود اس کے کہ عہد نبویؐ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اجازت دی ہوئی تھی ۴۳۔ القیسی کا بیان ہے کہ کم از کم ۱۲ ہزار صحابہ کرام اور تابعین پر مشتمل ایک جماعت نے اس وقت کی اسلامی سلطنت کے طول و عرض میں پھیل کر مصحف عثمانی کے مطابق تلاوت قرآن حکیم سکھانے اور اس کے علاوہ رائج طریقوں سے منع کرنے کی خدمت انجام دی ۴۴۔ یہ یقیناً ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی اتنی بھاری تعداد جن میں صحابہ کرام بھی شامل تھے کسی ایسی قرأت قرآن کو رائج کرنے کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے جس کا انتساب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کی جانب ہوتا۔

(۸) قرآن حکیم اور اس کی مختلف قرأتوں کو موضوع بحث بناتے ہوئے جیفری اپنے دعوے کے باوجود تنقید و تجزیہ کے اعلیٰ اصولوں کی پابندی نہیں کر سکا۔ اس کی کتاب *The Textual History of The Quran as a Scripture* ۱۹۴۶ء میں یروشلم میں شائع ہوئی اور دوسری کتاب *The Quran as a Scripture*

۱۹۵۲ء میں شائع ہوئی۔ اس نے پروفیسر برجسٹراسر جو کہ میونخ میں قرآن محل کا بانی تھا اور اس کے جانشین ڈاکٹر اوٹو پریٹسل کے ساتھ اشتراک عمل کے باوجود قرآن حکیم کی جمع و تدوین اور دنیا کے مختلف حصوں سے جمع کیے گئے قرآن حکیم کے نسخوں کے متون میں اختلاف کے بارے میں قرآن محل (Archive) کے نتائج تحقیق کو بیان نہیں کیا (کیونکہ یہ نتائج قرآن حکیم کے بارے میں اس کے مقاصد سے ہم آہنگ نہ تھے) یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ قرآن محل اتحادی فوجوں کی بمباری سے تباہ ہو گیا تھا۔ اور پریٹسل بھی اس بمباری سے ہلاک ہو گیا تھا۔ تاہم خوش قسمتی سے اس کی وفات سے قبل ۱۹۳۳ء میں ڈاکٹر حمید اللہ کو پریٹسل سے بالمشافہ گفتگو کا ایک موقع میسر آ گیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب پریٹسل فرانس کی مختلف لائبریریوں میں موجود قرآن حکیم کے مختلف نسخہ جات کی فوٹو کاپیاں حاصل کرنے کے لیے فرانس آیا تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ کا بیان ہے کہ پریٹسل نے انہیں بتایا:

”اس وقت (یہ ۱۹۳۳ء کی بات ہے) ہمارے انسٹی ٹیوٹ میں قرآن مجید کے بیالیس ہزار (۲۲۰۰۰) نسخوں کے فوٹو موجود ہیں اور مقابلے (Collation) کا کام جاری ہے۔“ ڈاکٹر حمید اللہ مزید بتاتے ہیں کہ پچھلے چودہ سو سالوں کے دوران مطبوعہ یا غیر مطبوعہ قرآن حکیم کے ۴۲ ہزار نسخوں کو انہوں نے اس لیے جمع کیا تاکہ وہ متن قرآن کے تضادات کو سامنے لاسکیں۔ تمام دستیاب نسخہ جات کو جمع کر کے ان کا آپس میں موازنہ کرنے کے بعد اس ادارے نے جوابدہائی رپورٹ جاری کی ڈاکٹر حمید اللہ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

اس رپورٹ کے الفاظ یہ ہیں کہ قرآن مجید کے نسخوں میں مقابلے کا جو کام ہم نے شروع کیا تھا، وہ ابھی مکمل تو نہیں ہوا لیکن اب تک جو نتیجہ نکلا ہے وہ یہ ہے کہ ان نسخوں میں کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں تو ملتی ہیں لیکن اختلاف روایت ایک بھی نہیں ۴۶۔

جغری قرآن حکیم کے بارے میں اپنی تحقیقات کے لیے پروفیسر برجسٹراسر اور پریٹسل سے اشتراک عمل کا ذکر تو بڑے فخر سے کرتا ہے مگر حیران کن امر یہ ہے کہ وہ اس ادارے کی ابتدائی رپورٹ اور اس کی کارروائی کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے اور اس کا کہیں تذکرہ تک نہیں کرتا۔

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام حضرات بشمول J.D. Pearson جو جغری کے الہامی

کتب میں قرآن حکیم کے غیر محرف اور غیر متبدل ہونے کی انفرادیت کو جھٹلانے کے مشن کی تکمیل میں بڑی یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ سرگرداں ہیں، انہیں اور ان جیسے دیگر مستشرقین کو یہ مشورہ دیا جائے کہ وہ قرآن حکیم کے متن پر اپنے تنقید و تجزیہ کے اعلیٰ اصولوں کا غیر جانبداری کے ساتھ اطلاق کریں۔ اخلاص اور دیانت داری سے ایسا کرتے ہوئے وہ قرآن حکیم کے اس دعوے کی صداقت کا عملی مشاہدہ ضرور کریں گے:

”اگر یہ اللہ کے سوال کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی“ (النساء: ۸۲)

اور یہ کہ

”تو اس کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں“ (الحجر: ۹۱)

ماخذ و مصادر

۱- آرتھر جفری، *The Koran: Selected Suras*، نیویارک ہرنٹ پریس ۱۹۵۸ء، ص ۲۰

۲- آرتھر جفری، *The Quran as Scripture*، نیویارک، رسل ایف-مور کمپنی، ۱۹۵۲ء، ص ۱

۳- ایضاً

۴- آرتھر جفری، *"The Textual History of the Quran"*، *The Quran as Scripture*

ص ۱۰۳

۵- ایضاً ص ۱۰۳

۶- آرتھر جفری بعض اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی طور پر جمع کیے ہوئے نسخہ ہائے قرآن کو ”متقابل نسخہ جات“ کا نام دیتا ہے۔ حالانکہ مصحف عثمانی کے نافذ ہونے کے بعد ایسے نسخہ جات جن حضرات کے پاس تھے وہ انہوں نے واپس لے لیے تھے۔ اس سے متعلق بعض تفصیل خود جفری کے تحقیقی کام میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنا نسخہ قرآن مصحف عثمانی کے نفاذ کے بعد واپس لے لیا۔ حوالے کے لیے دیکھیے آرتھر جفری کی کتاب (مقدمتان فی علوم القرآن، دوسرا ایڈیشن مکتبہ الخانجی ۱۹۷۲ء صفحہ ۹۵)۔ بے-ڈی پیرسن نے بھی مصحف عثمانی کے نفاذ سے قبل بعض اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی طور پر جمع کیے ہوئے

نسخہ ہائے قرآن کو متقابل نسخہ جات قرار دیا ہے۔ مگر اس میدان میں اس کا زیادہ انحصار جغری کی کتاب (Materials) پر ہے۔ اس نے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں اپنے مضمون ”القرآن“ میں اختلاف قرأت قرآنیہ کے موضوع پر جغری کی کتاب سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ حوالے کے لیے دیکھیے لائینڈن: ای۔ جے۔ بریل، ۱۹۸۱ء، جلد ۵، ص ۲۰۶-۲۰۸

۷۔ ابن ابی داؤد کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق پہلے خلیفہ ہیں جنہیں قرآن حکیم کی جمع و تدوین کا شرف حاصل ہوا۔ ابن ابی داؤد نے ان دس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں کا تذکرہ بھی کیا ہے جن کو جغری نے ”متقابل نسخہ جات“ کے حامل بنا کر پیش کیا ہے۔ حالانکہ ابن ابی داؤد نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان دس اصحاب کے پاس تحریری شکل میں الگ الگ قرآن کے نسخے تھے۔ ابن ابی داؤد ان حضرات کی جانب منسوب مختلف قرأتوں کو ”مصحف“ کے عنوان کے تحت بیان کرتا ہے۔ اور وہ جمع القرآن (اس نے قرآن جمع کیا) کا پیرایہ ان حضرات کے لیے بھی استعمال کرتا ہے جنہوں نے قرآن کریم یاد کر رکھا ہو۔ (دیکھیے: ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، ص ۱۰، ۵، ۸۷ تا ۸۸)۔ ابن ابی داؤد نے اس بات کو یہ کہہ کر اور واضح کر دیا کہ اس نے لفظ مصحف کو حرف یا قرأت کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ تاکہ اس کی بیان کردہ مختلف قرأتوں کا کسی باقاعدہ تحریری نسخہ سے ماخوذ ہونے کا گمان نہ ہو دیکھیے: آر تھر جغری، Materials، ص ۱۵۔

۸۔ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عثمان غنی کی جمع و تدوین قرآن کی خدمات کی تفصیل کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر حمید اللہ خطبات بہادلوپور، اسلامیہ یونیورسٹی بہادلوپور (پاکستان)، ۱۴۰۱ھ، ص ۳-۲۹

۹۔ آر تھر جغری، Materials for the History of the Text of the Quran، لائینڈن: ای جے پریل ۱۹۳۷ء، ص ۱۰

۱۰۔ جے ڈی بیرن، The Encyclopaedia of Islam، ص ۲۰۷

۱۱۔ آر تھر جغری، Materials، ص ۱-۳

۱۲۔ یہ سات قرأتیں درج ذیل حضرات کی طرف منسوب ہیں: تافع، (متوفی ۱۶۹ھ از مدینہ منورہ)، ابن کثیر، (متوفی ۱۲۰ھ از مکہ معظمہ)، ابن عامر، (متوفی ۱۱۸ھ از دمشق)، ابو عمرو، (متوفی ۱۵۴ھ از بصرہ)، عاصم، (متوفی ۱۲۸ھ از کوفہ) ہجرہ، (متوفی ۱۵۸ھ از کوفہ) اور کسائی، (متوفی ۱۸۹ھ از کوفہ)۔

۱۳۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: لیبیب السعید، The Recited Quran ترجمہ: برنارڈ ویس، ایم اے روف اور مور برجر۔ پرنسٹن، نیوجرسی، دی ڈارون پریس ۱۹۷۵ء، ص ۳۵-۵۰

مغرب اور اسلام، جنوری-مارچ ۲۰۰۲ء — ۸۳

۱۲- ایضاً، ص ۳۹-۵۰، ۱۳۹

۱۵- البخاری الصحيح، مترجم محمد محسن خان، الریاض مکتبہ الریاض الحدیثہ ۱۹۸۱ء، جلد ۶، ص ۴۸۳

ابن جریر طبری تفسیر طبری، قاہرہ دارالمعارف ۱۹۳۶ء، جلد اول، ص ۳۲

آرتھر جفری، مقدمتان، ص ۲۰۷-۲۳۳، ۲۶۴-۲۷۳

۱۶- ایضاً، ص ۸۲-۸۱

۱۷- عبدالواحد وافی، فقہ اللغة، قاہرہ آٹھواں ایڈیشن، ص ۱۰۸

ابراہیم انیس، فی اللہجات العربیة، قاہرہ ۱۹۶۵ء، ص ۴۰

۱۸- اس عنوان کے مباحث عربی لغت کی مختلف کتب میں پھیلے ہوئے ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی

کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں پورے ایک باب میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

۱۹- تفصیل کے لیے دیکھیے: آرتھر جفری، مقدمتان، ص ۲۲۹-۲۳۰

۲۰- آرتھر جفری، "The Quran as Scripture: The Textual of the Quran"، ص ۹۷

۲۱- اکثر جگہ پرانے نسخہ جات میں استعمال ہونے والا الفاظ مصحف عثمانی کے الفاظ سے محض ظاہری طور پر مختلف یا

مترادف ہیں۔

۲۲- البخاری الصحيح: جلد ۶، ص ۸۳-۸۴

۲۳- جے- ڈی بیرن، "Al-Kuran"، دی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، ص ۴۰۸

۲۴- ایضاً، ص ۴۰۹

۲۵- تفصیل کے لیے دیکھیے: آرتھر جفری، مقدمتان، ص ۲۱۸-۲۳۰

۲۶- آرتھر جفری، Materials، ص ۱۶

۲۷- ایضاً

۲۸- ایضاً

۲۹- آرتھر جفری، "The Quran as Scripture"، ص ۱

۳۰- Robret W. Funk اور Jusus Seminar، Roy W. Hoover نے نیویارک کے مشہور زمانہ

پبلشر Macmillan کے ذریعے ۱۹۹۳ء میں The Five Gospels کے نام سے عہد نامہ جدید کو از سر نو شائع

کیا ہے جس کا مرکزی خیال یہ ہے کہ عہد نامہ جدید میں جو کچھ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی جانب منسوب کیا گیا ہے اس

۸۴ — مغرب اور اسلام، جنوری-مارچ ۲۰۰۲ء

میں سے زیادہ سے زیادہ میں فیصد ہی آپ کی جانب منسوب کیا جاسکتا ہے باقی سب تحریف اور من گھڑت ہے۔

۳۱- ایضاً، ص ۲۰

۳۲- مثلاً سورة المرسلات کی آیت نمبر ۱۱ میں ”افتت“ کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ”وقت“ پڑھنا منقول ہے۔ آخرتہ جغری: مقدمتان، ص ۱۰۷

اسی طرح ”وجہ“ اور ”اجہ“ میں بھی ”اور“ ”الف“ قابل مبادلہ حروف ہیں، دیکھیے: ابن منظور، لسان العرب، جلد دوم، ص ۱۰۷-۱۰۸ (مادہ: وقت)

۳۳- ابن خالویہ، اعراب تلثین سورة من القرآن الکریم، ص ۲۲-۲۳

۳۴- تفصیل کے لیے دیکھیے: آخرتہ جغری، مقدمتان، ص ۳۸

۳۵- آخرتہ جغری، مقدمتان، ص ۷۳

۳۶- ابن ابی داؤد، کتاب المصاحب، ص ۲۳

۳۷- آخرتہ جغری: Materials، ص ۱۵، ۲

۳۸- ایضاً، ص ۱۶

۳۹- جے- ڈی بیرن: "Al-Kuran"، دی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، ص ۸-۷، مزید تفصیل کے لیے

دیکھیے: جان برٹن، The Collection of the Quran، یکمبرج ۱۹۷۷ء، ص ۱۹۹-۲۱۲

جان وائس بر، Quranic Studies: Sources, Methods of Scriptural Interpretation،

آکسفورڈ ۱۹۷۷ء، ص ۲۴-۲۶، ۲۰۲-۲۰۷

۴۰- مثلاً دیکھیے: ہنگری واٹ، Bell's Intriduction to Quran، ایڈن برگ ۱۹۷۰ء، ص ۳

۴۱- آخرتہ جغری، Materials، ص ۶-۷

۴۲- مثلاً دیکھیے: البخاری الصحیح، جلد ۶، صفحات ۶-۷، ۴۸۰

۴۳- ابو محمد القس، الابانہ، ص ۹۶-۹۷

۴۴- ایضاً، ص ۲۲-۲۳

۴۵- محمد حمید اللہ: خطبات بہاولپور، ص ۱۵-۱۶

۴۶- ایضاً، ۱۵-۱۶

(ترجمہ: علی اصغر سیسی مطبوعہ فکر و نظر، مارچ ۱۹۹۷ء)